مسلم فکری اور تاریخی شعور کا شاعر منظر بھوپالی (معجزہ اور حاصل کے تناظر میں)

ڈاکٹر فرحانہ قاضی، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، ہوم اکنامکس کالج، جامعہ پشاور

ڈاکٹر اختل ضیا، صدر شعبہ اردو، بینظیر وومن یونیورسٹی پشاور

ڈاکٹر انور علی، شعبہ اردو، اسلامیہ کالج یونیورسٹی پشاور

Abstract:

Manzar Bhopali is a renowned contemporary name of modern era in a field of Ghazal(A lyrical genre of Urdu Poetry).He belongs to a Muslim family of Bhopal India. In his poetry he shows a clear sence of Muslim religoues and caltural thought as well as civilizational thought. In the following article the researcher has tried to discuss this very aspect of his poetry in a brief way.

کلیدی الفاظ:

منظر بھوپالی، تہذیبی و فکری روایت، عصر حاضر، سماجی مسائل کا حل، تحفظ اور بقا

شاعری ہمیشہ سے فرد اور اجتماع کے مافی الضمیر کی عکاسی اور نمائندگی کا وسیلہ رہی ہے۔ مافی الضمیر خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، ارد گرد کے ماحول، تہذیبی معاشرتی اور تاریخی روایات سے اثر پذیر ہو کر تشکیل پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کی توانا صنف سخن غزل بھی ہر دور میں اس خصوصیت کو ساتھ لے کر چلی ہے۔ اس طرح کلاسیکی ادوار سے تعلق رکھنے والے میر و میرزا ہوں، سیاسی شعور وادراک کے دور سے تعلق رکھنے والے اقبال ہوں یا پھر جدیدت و مابعد جدیدیت کے دیگر غزل گو شعرا ان کی اکثریت کے ہاں متنوع کے زاویے ملتے ہیں جن کا رنگ کہیں کہیں امتزاجی ہے اور یقیناً کہیں کہیں مخصوص اور جداگانہ بھی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اردو غزل نے اپنے مخصوص لہجے، انداز بیان اور مخصوص لفظیات میں ہی سہی لیکن معاشرت کی علمی، ثقافتی، معاشی، سماجی اور مذہبی روایات کو اپنے اندر سمویا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صنف غزل سے صرف انسانی احساسات و جذبات کے بارے ہی آگہی نہیں ملتی بلکہ ساتھ ہی ساتھ یہ مختلف علوم و فنون سے آگہی کا وسیلہ بھی بنتی رہی ہے۔

ہندوستان سے تعلق رکھنے والے عصر حاضر کے ممتاز غزل گو منظر بھوپالی جن کا اصل نام سید علی رضا ہے اس حوالے سے اہمیت رکھتے ہیں کہ ان کے ہاں مسلم علمی اور تاریخی شعور ایک توانا رویے کے طور پر موجود ہے۔ منظر جہاں عروس غزل کو روایتی کیل کانٹوں سے لیس کرتے ہیں وہیں وہ اس کو انفرادیت دیتے ہوئے مسلم فکری و تہذیبی شعور سے بھی آراستہ کرتے ہیں۔ ان کے ہاں بیسیوں ایسے اشعار ملتے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اسلام کے منبع علم یعنی قرآن اور مسلم علمی روایات کا گہرا مطالعہ کیا ہے یا پھر یہ کہ ان کے ماحول اور اٹھان و پرداخت میں ان روایات کا نمایاں ہاتھ رہا ہے۔ ان کے ہاں قرآنی آیات اور احادیث محمدی ﷺ کے مفاہیم و پیغامات پر مبنی اشعار کی ایک کثیر تعداد ملتی ہے۔ جن کے ذریعے وہ مسلم دنیا کی بالعموم اور ہندوستانی مسلم آبادی کی بالخصوص ذہنی آبیاری کرتے نظر آتے ہیں۔ قابل قدر بات یہ ہے کہ اس طرح کرتے ہوئے ان کے ہاں مبہم اور متزلزل انداز نہیں ملتا بلکہ وہ نہایت تیقن اور واضح انداز میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں۔

اس ضمن میں منظر کے ہاں نمایاں ترین رویہ قرآن سے غیر معمولی دلچسپی اور وابستگی کا ہے۔ منظر کو اس بات کا بخوبی احساس ہے کہ موجودہ زمانے میں بھی ہر دور کی طرح امت مسلمہ کے دکھوں کا مداوا قرآنی فکر سے وابستہ ہونے میں ہی پوشیدہ ہے۔ اس ذیل میں چند اشعار اس دعوے کی تصدیق کے طور پر درج کئے جاتے ہیں:

تمہاری کامیابی کا یہی تو اک وسیلہ ہے
رکھا ہے طاق پر قرآں تلاوت کیوں نہیں کرتے (۱)

وہ تم کو دیکھ کر رہا ہے ، خدا ہے چاروں طرف
کہاں چھپو گے کہ یہ آئینہ ہے چاروں طرف (۲)

عاقبت کے بھی لیے جیب میں کچھ تو رکھو
یوں ہی اٹھ جاؤ گے کیا دنیا ہی دنیا کرتے (۳)

ترے وجود کا قرآن ہی محافظ ہے
ترا وجود یہی راستہ بچائے گا (۴)

گھر میں آواز سے قرآں کی تلاوت کر کے
برکتوں کے لیے سامان کیا کرتے ہیں (۵)

تمہارا ہادی ہے صرف قرآں ، وہی ہے رہبر
کہ اور رستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے (۶)

علاوہ ازیں اپنی نظموں میں بھی منظر نے قرآنی فکر کو جس انداز میں برتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ذہنی آبیاری اور علمی تربیت میں اسلام کی علمی روایت کا بھرپور ہاتھ رہا ہے۔اس حوالے سے منظر کی تحلیل نفسی کی جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ رویہ دراصل عین فطری ہے۔کسی بھی اقلیتی فرقے کا فرد نامساعد حالات میں اپنی تہذیبی اور مذہبی روایت سے جڑنے کی ضرورت اکثریتی گروہ کے مقابلے میں زیادہ محسوس کرتا ہے۔اقلیتی گروہ سے تعلق رکھنے والا فرد جانتا ہے کہ اسے اپنی جڑوں سے مضبوطی کے ساتھ جڑے رہنا ہے کیونکہ صرف یہی ایک صورت ہے جس میں اس کی اور اس کے فرقے کی بقا ممکن ہے۔یہی وجہ ہے کہ منظر بھوپالی کے ہاں ہمیں مسلم فکر کے منبع یعنی قرآن سے وابستگی کی واضح خواہش ملتی ہے۔یہ دراصل فکری طور پر اپنے اجداد سے انسلاک کی تڑپ ہے جو غزلیہ لے میں منظر کی شاعری کی صورت میں سامنے آتی ہے۔

منظر نے قرآن کے ساتھ ساتھ سنت، حدیث اور نبی محمد ﷺ کی ذات سے وابستگی کو بھی مسائل کے حل کے طور پر پیش کیا ہے۔ان کا یہ پیغام امت مسلمہ کے لیے بالعموم اور ہندوستانی مسلمانوں کے لیے بالخصوص اہمیت کا حامل ہے۔اس ضمن میں منظر نے تاریخی اور تہذیبی حوالوں کو بھی تلمیحاتی انداز میں موثر طور پر پیش کیا ہے۔

منظر کی نظم "**جہاں میں ایسا کوئی نہیں ہے**" جوان کے مجموعے "حاصل" میں شامل ہے۔اس میں وہ واشگاف الفاظ میں کہتے ہیں کہ انسانیت کو امن و آشتی اور فلاح و ترقی کا تحفہ قدرت نے مسلمانوں کے ذریعے ہی دیا ہے۔ ذیل میں اس نظم کے دو بند ملاحظہ کریں؛

خدا کا پہلا علم ہمیں ہیں
زمین پہ ابر کرم ہمیں ہیں
کہا ہے ہم نے ہی حرِ ف اقرا
امین لوح و قلم ہمیں ہیں
جہاں میں ایسا کوئی نہیں ہے
ہمارے جیسا کوئی نہیں ہے
عرب سنوارا ، عجم سنوارا
کہ امن کردار ہے ہمارا
بپا کیے انقلاب ہم نے
گرے پڑوں کو دیا سہارا
جہاں میں ایسا کوئی نہیں ہے
ہمارے جیسا کوئی نہیں ہے(۷)

تاریخی اور تہذیبی شعور کے ساتھ ساتھ منظر کے ہاں چونکہ عصری شعور بھی ملتا ہے اس لیے ان کی نگاہ اس نکتے پر بھی ہے کہ عصر حاضر میں اسلامی فکر پر سوالیہ نشان لگایا جاتا ہے اور اس کے ڈانڈے انتہا پسندی سے ملائے جا رہے ہیں۔اس سوال کا جواب بھی وہ اپنے علمی اور تاریخی شعور کی مدد سے انتہائی مدلل انداز میں دیتے ہیں۔اس ضمن میں ان کی نظم "**اپنے قرآن میں کہہ رہا ہے خدا**" خاصے کی چیز ہے۔جس میں وہ تاریخی حوالوں کے ساتھ یہ ثابت کرتے ہیں کہ اسلام امن و آشتی کا پیغام ہے خوف و دہشت کا نہیں،اس نظم کا کچھ حصہ ملاحظہ ہو؛

اپنے قرآن میں کہہ رہا ہے خدا
کچھ نہیں ربط دہشت سے اسلام کا
۔۔۔اس نے لکھا ہے انسانیت کا سبق
دیکھو روشن ہے تاریخ کا ہر ورق
بن کے حاکم بھی چھینے نہ لوگوں کا حق
جنگ میں بھی کرم دشمنوں پر کیا
اپنے قرآن میں کہہ رہا ہے خدا(۸)

مسلم تاریخی شعور کو بھی منظر نے نہایت موثر انداز میں اپنی شاعری بالخصوص غزل کا حصہ بنایا۔اس سلسلے میں جس واقعے کو انہوں نے بکثرت اور بامعنی و بامقصد انداز میں اجاگر کیا ہے وہ کربلا اور شہادت حسینؓ ہے،اس واقعے کو، جس کا تعلق نہ صرف مسلم تاریخ سے ہے بلکہ مسلم فکر سے بھی ہے اور وہ اس طرح کہ اس واقعے کے ذریعے نظریہ اسلام کی بنیاد سمجھی جاتی ہے اور وہ یہ کہ خیر وشر کی کشمکش ایک دائمی حقیقت ہے جو ہر دور میں موجود رہے گی اس کی صورتیں بدل سکتی ہیں مگر اصل ایک ہی ہے یعنی تاریکی اور روشنی کی جنگ،اس جنگ میں مختلف مرحلے آئیں گے لیکن بہر حال ضرورت اس امر کی رہے گی کہ بلند حوصلے اور جذبۂ ایثار و قربانی سے کام لیا جائے۔ کیونکہ یہی وہ راستہ ہے جس سے دنیا میں انسانیت اور عدل و انصاف کا بول بالا ہو سکتا ہے نیز فرعونیت اور یزیدیت کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ منظر نے کربلا اور اس سے متعلق علامات کو نہایت خوبصورتی کے ساتھ بارہا اپنی غزلیات میں استعمال کیا ہے۔ذیل میں چند مثالیں درج کی جاتی ہیں؛

تمہارے حصے کے چاند تارے تمہیں مبارک
ہمارے حصے میں کربلا ہے یہی بہت ہے
میں مطمئن ہوں کہ کفر کی آندھیوں میں منظر
چراغ ایمان جل رہا ہے یہی بہت ہے (۹)

ہوا کیا ہے تمہیں حق سے زیادہ جان پیاری ہے
سروں کو رکھ کہ نیزوں پر امامت کیوں نہیں کرتے (۱۰)

اُسے تھا دیکھنا کربل میں کون ہمارا ہے
اُسی نے زخموں کی بھیجی قبا ہمارے لیے (۱۱)

پھر صداقت پہ برا وقت ہے کربل چلیے
پھر سے زندہ وہی تاریخِ امامت کر لیں (۱۲)

اس عہد کفر میں بھی جیالا کوئی تو ہو
مسند پر بھی صاف بولنے والا کوئی تو ہو(۱۳)

کھٹکتا ہے بہت دشمن کو میرے
مرا حق دار و دعوے دار رہنا (۱۴)

خدا والوں سے لڑنا چاہتا ہے
امیرِ شہر پاگل ہوگیا ہے(۱۵)

وہ بندگی کے لیے معتبر نہیں ہوتا
سوا خدا کے جھکے سر تو سر نہیں رہتا(۱۶)

زمانے بھر نے بہت کر لیں کوششیں لیکن
کبھی جھکا ہی نہیں سر مرے بزرگوں کا
یہ بات سارے زمانے سے جا کہ کہہ دیجیے
محبتوں کا ہے لشکر مرے بزرگوں کا (۱۷)

دراصل منظر کے شعور میں کربلا ایک فیصلہ کن واقعے کی صورت میں موجود ہے جس کے بطن سے ایک نظریہ جنم لیتا ہے اور یہ نظریہ ہے ظلم اور شر کے آگے سینہ سپر ہونے کا نظریہ حق و باطل میں فرق کر کے حق کی حمایت کا ذریعہ منظر کے شعور میں یہ ادراک بھی موجود ہے کہ یہ نظریہ اور اس کی حمایت کرنے والے کو ایک کھٹن رستہ طے کرنا ہو گا ایسا راستہ جس میں قدم قدم پر بے سروسامانی کا سامنا ہو گا۔ سر کٹانے پڑیں گے قربانیاں دینی پڑیں گی لیکن کسی بھی صورت اس نظریہ سے دست برداری اختیار نہیں کی جاسکتی کیونکہ یہ صرف حق و باطل کی جنگ ہی نہیں بلکہ اپنی روایت سے جڑے رہنے اور اپنے تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی شاعری میں انہوں نے اس حقیقت سے پردہ اٹھایا ہے کہ اگر اپنی بقا اور تحفظ کی فکر کرنی ہے تو اپنی اس روایت کو برقرار رکھنا ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے شعری مجموعے "حاصل" میں انہوں نے اس موضوع پر بے حد بامعنی اشعار کہے ہیں جن میں سے چند ایک نمونے کے طور پر درج کیے جاتے ہیں۔؛

نبی نے جنگ بھی انسانیت سے جیتی ہے
یزیدیت کے فسانے کو مت بڑھاؤ تم
شہید ہو کہ سبق دے گئے حسین ہمیں
جو خوں بہانا ہے حق کے لیے بہاؤ تم
یہ سارا کام تو اسلام کے منافی ہے
ستمگری سے نہ انسان کو ستاؤ تم (۱۸)

تاریخ نے کربل میں اسے دیکھا ہے منظر
پیاسا بھی وہی شخص ہے ، دریا بھی وہی ہے (۱۹)

جینے کا قرینہ ہے یہاں اور ہی منظر
سچ بولتے رہیے گا تو سر جائے گا اس دن (۲۰)

ہر طرف سے گھیر رکھا ہے یزیدوں نے ہمیں
آج پھر اس قوم کو عزمِ بہتّر چاہیے (۲۱)
کیا ہے ثابت یہ کربلا نے کہ مومنوں کو
سوا خدا کے جھکانے والا کوئی نہیں ہے (۲۲)

ستم گروں کا ہے فرمان گھر بھی جائے گا
اگر میں جھوٹ نہ بولا تو سر بھی جائے گا(۲۳)

وقت کے تقاضوں پر ہم اگر جیے ہوتے
کیوں ہمارے ہونٹوں پر آج مرثیے ہوتے(۲۴)

متذکرہ بالا اشعار کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ منظر کو اسلام کی علمی و تاریخی شعور سے مکمل آگاہی بھی ہے نیز وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اس روایت کو برقرار رکھنے میں ہی اس کی اور اس کے ہم عقیدہ افراد کی بقا کا راز پوشیدہ ہے۔اس نکتے کی طرف آغاز میں بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ اقلیتی گروہ ہونے کے باعث یہ ذہنی رویہ اپنے اندر ایک گہری معنویت رکھتا ہے جو منظر کے ہاں ملتا ہے۔ایک ایسے سماج میں جہاں اپنی بقا کا مسئلہ فرد کو مستقل بنیادوں پر درپیش ہو ایسی صورت حال میں اپنی روایات سے تعلق کو مضبوط کرنے میں ہی مسائل کا حل نظر آتا ہے یہی وجہ ہے کہ فنکار اور بالخصوص شاعر جو حساسیت اور

دردمندی میں سب سے بڑھ کر ہوتا ہے اور جسے اجتماعی ذہن واحساس کا ترجمان سمجھا جاتا ہے اور پھر اگر یہ شاعر منظر بھوپالی کی طرح آدرش شاعری کا حامی ہو۔اس کے ہاں یہی رویہ ملتا ہے جو کہ منظر کے ہاں ملتا ہے اپنی اسی مقصدی سوچ کے تحت منظر کے ہاں مسلم تہذیبی روایت سے بھی انسلاک کی چھاپ ملتی ہے،ان کی غزلیات میں جہاں مسلم علمی وفکری نیز تاریخی حوالے ملتے ہیں وہاں اسلامی تہذیبی اقدار کی عکاسی بھی ملتی ہے۔ مسلم تہذیب کے خدوخال کو منظر نے نہایت سادہ اور دلنشین انداز میں برتنے کی کوشش کی ہے۔اس سلسلے میں اگر منظر کے ذاتی تجربے اور ذہنی وشخصی ساخت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ماضی اور ماضی کی روایت اور واقعات سے جڑے رہنے اور حال میں اس سے قوت کشید کرنے کا رویہ ان کے ہاں انفرادی سطح پر بھی موجود ہے۔اس انفرادی رویے نے ہی انہیں اجتماعی سطح پر بھی روایت سے جڑے رہنے کی اہمیت کا احساس دلایا ہے جسے وہ قاری تک منتقل کرتے ہیں۔اس حقیقت سے جڑے رہنے اور اسے یاد رکھنے کے حوالے سے وہ اپنی کتاب "معجزہ" کے دیباچے میں لکھتے ہیں:

> "کہتے ہیں کہ جو اپنی حقیقت کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں وہ کبھی دکھی نہیں ہوتے، میں اس پرانے کمرہ کو کبھی نہیں بھول سکتا۔آج بھی جب میں بینڈ ماسٹر چوراہے سے گزرتا ہوں،اس مکان کے سامنے ٹھہر جاتا ہوں، یادوں بھرے اس کمرے کو دیر تک تکتا رہتا ہوں۔مجھے اپنے ماضی پر فخر کا احساس ہوتا ہے،اس لیے نہیں کے میرے اجداد کے پاس جاگیر تھی، سیکڑوں ایکڑ کھیتی کی زمین تھی ، نوکر چاکر تھے بلکہ اس لیے کہ یہاں اس کمرے سے مری زندگی کا آغاز ہوا تھا ۔۔۔۔۔میرے والدین جب بھوپال آئے تو ان کے پاس ایک خوبصورت ماضی کے سوا کچھ نہیں تھا۔۔۔۔حال ہم سے کچھ تقاضے کر رہا تھا اور میں نے ان تقاضوں پر لبیک کہا اور زندگی کی چکی چلانے کی مشقت میں جی جان سے مصروف ہو گیا۔(۲۵)"

تو معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا ان الفاظ میں منظر نے اپنی اور اپنے خاندان کی ہی نہیں مسلم سماج کی حقیقت بیان کی ہے اور ایک پیغام دیا ہے ایسا پیغام جس کے ذریعے برصغیر کے مسلمان بالخصوص اور دنیا بھر کے مسلمان بالعموم اپنے مسائل کا حل تلاش کر سکتے ہیں۔یہی وہ چیز ہے جسے مذکورہ مقالے میں منظر بھوپالی کے مسلم علمی،مذہبی اور تہذیبی وتاریخی شعور کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔اس پوری روایت کے شعور کو حوالہ قلم کر کے منظر عصر حاضر میں ایک پیغام عمل دیتے ہیں

اور وہ پیغام یہ ہے کہ وقت کے تقاضوں پر لبیک کہنا اور ان اقدار و نظریات کو بروئے کار لا کر اپنی بقا کو یقینی بنانا ہے جن کی بدولت عہد رفتہ میں عظمت و رفعت حاصل کی گئی تھی۔ ذیل میں اس نوع کے اشعار درج کیے جاتے ہیں؛

مالک خلد سے دنیا نہیں مانگا کرتے
یار دریاؤں سے قطرہ نہیں مانگا کرتے
وہ تو خود آئینہ ہوتے ہیں زمانے کے لیے
صاف باطن کبھی شیشہ نہیں مانگا کرتے
ان کے کاسے میں پڑی رہتی ہے دنیا خود ہی
فقر والے کبھی دنیا نہیں مانگا کرتے
میں نے اللہ سے بس خاکِ مدینہ مانگی
لوگ اپنے لیے کیا کیا نہیں مانگا کرتے(۲۶)

اسی سے عظمت کی منزلوں کا پتہ ملے گا
یہ جو بزرگوں کی خاکِ پا ہے یہی بہت ہے
مجھے فلک کی بلندیوں کی ہوس نہیں ہے
جو میرے رب نے مجھے دیا ہے یہی بہت ہے
زمانے بھر کی عبادتوں سے بھی قیمتی ہے
جو ایک سجدہ لہو بھرا ہے یہی بہت ہے(۲۷)

یہ فیصلے کی گھڑی ہے نہ تم اسے ٹالو
اذانِ وقت سنو یہ صدا ہے چاروں طرف(۲۸)

جو صبر کرتے ہیں دکھ میں منتظر خدا کو محبوب ہیں وہ بندے
یہی تقاضا ہے وقت کا بھی ، کہ صبر کو تم سپر بنا لو(۲۹)

جو تجھ کو مانگتے تو سارا عالم ان کو مل جاتا
بڑے نادان ہیں جو تجھ سے دنیا مانگ لیتے ہیں(۳۰)

اپنے دن را دیئے خون پلایا اپنا
آپ تھوڑی سی تو ماں باپ کی عزت کر لیں(۳۱)

ذات اس کی بہار آفریں وہ سراپا کرم ہی کرم
میں نے اس کا تصور کیا ، زرد موسم ہرا ہوگیا(۳۲)

پھر سے خدایا دولتِ کردار بخش دے
اجداد جیسا ارفع و اعلیٰ کوئی تو ہو(۳۳)

نظر سے اس کی بچ جاؤ گے ،خوش فہمی میں مت رہنا
خدا کے تیر خود اپنا نشانہ ڈھونڈ لیتے ہیں(۳۴)

فضل ربّی کو پکارے گا یہی
کام یہ اپنے عمل پر چھوڑو
اس سیہ شب کو سزا کب دے گا
فیصلہ نورِ ازل پر چھوڑو(۳۵)

دھوپ فرقہ پرستی کی یارو اس سے پہلے کہ ہم کو جلا دے
تان کر چادریں ایکتا کی شامیانہ اپنا ہم بنائیں(۳۶)
سورج تمہیں دنیا کے لیے رب نے بنایا
پھر دھوپ کی مانند بکھر کیوں نہیں جاتے

آجائے گا جب وقت تو مہلت نہیں دے گا
اے بگڑے ہوئے لوگوں !سدھر کیوں نہیں جاتے
گزری ہوئی تاریخ تعاقب میں ہے منظر
یہ گھاؤ مرے ماضی کے بھر کیوں نہیں جاتے(۳۷)

عمل وہی نہیں کرتے یہی تو رونا ہے
جو لوگ فرق حلال وحرام جانتے ہیں(۳۸)

منظر بھوپالی کے اس شعور کے بارے ان کی کتاب "حاصل" کی ابتدا میں پروفیسر سحر انصاری لکھتے ہیں:

"منظر بھوپالی کو جو زمانہ میسر آیا اس میں ذاتی اور اجتماعی، مقامی اور بین الاقوامی نوعیت کے وہ غیر معمولی انقلابات رونما ہوئے جنہیں تاریخ عالم کی آنکھوں نے کم ہی دیکھا ہوگا۔۔۔یہاں طبقاتی کشمکش اور امیر و غریب کا فرق برابر بڑھتا جا رہا ہے۔ حق دار کو اس کا حق نہیں مل رہا۔

اپنی شاعری میں منظر بھوپالی نے اپنے عہد کو زبان دی ہے۔ اپنے سماج اور اپنی نسل کی کھل کر ترجمانی کی ہے اور اس عمل میں انہوں نے ان الفاظ کو بھی جو غزل کی دنیا میں "غیر شاعرانہ" سمجھے جاتے ہیں شاعرانہ بنا دیا ہے۔۔۔منظر بھوپالی کی شاعری کا مقصد ذہنوں کو سرشار اور روحوں کو بیدار رکھنا ہے اور وہ یہ شاعرانہ منصب بڑی خوبی سے نباہ رہے ہیں۔(۳۹)"

مختصر یہ کہ اپنے علمی، مذہبی، فکری تہذیبی، سیاسی اور تاریخی شعور کو اپنی شاعری میں ایک گونہ فن کاری اور مہارت کے ساتھ استعمال کر کے منظر بھوپالی نے عصر حاضر کے مسائل کا حل بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کی ضرورت ایک حساس فن کار یعنی معاشرے کا نباض ہونے کے ناطے منظر نے شدت سے محسوس کی ہے۔ منظر اس حقیقت تک رسائی پا گئے ہیں کہ دورِ جدید میں انسانیت اور انسانی اقدار بالخصوص مشرقی تہذیب کو جو خطرات درپیش ہیں ان کا علاج ناگزیر ہے یہی وجہ ہے کہ وہ سماج کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ اپنی اس فکر مندی اور اندیشے کو انہوں نے کس قدر خوبصورتی سے دو مصرعوں میں پیش کیا ہے اس کا اندازہ ذیل کے شعر سے کیا جا سکتا ہے۔

ہماری فلمیں ، یہ ٹی وی نباہ رہے ہیں ہمیں
ہمارے ملک کی تہذیب مرنے والی ہے (۴۰)

لیکن اہم بات یہ ہے کہ منظر اپنی شاعری میں اس مرتی ہوئی تہذیب کا نوحہ بیان کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کا حل بھی بتلاتے ہیں۔ مذکورہ مقالہ اس حل کی طرف منظر کی جانب سے کی گئی نشاندہی کا بیان ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۲۶
۲۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۲۹
۳۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۴۲
۴۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۸۶
۵۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۱۹۲
۶۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۱۹۹

۷۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۱۴۳۔۱۴۴

۸۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۲۳۹۔۲۴۰

۹۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۲۲۔۲۳

۱۰۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۲۶

۱۱۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۲۷

۱۲۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۵۱

۱۳۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۵۹

۱۴۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۸۱

۱۵۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۸۲

۱۶۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۱۱۴

۱۷۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۱۱۵

۱۸۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص، ۱۵۲۔۱۵۳

۱۹۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۱۵۷

۲۰۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۱۵۹

۲۱۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۱۸۷

۲۲۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۱۹۹

۲۳۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۲۰۸

۲۴۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۲۱۶

۲۵۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، دیباچہ: "معجزہ"

۲۶۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۱۹۔۲۰

۲۷۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۲۲

۲۸۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۳۰

۲۹۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۳۴
۳۰۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۴۸
۳۱۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۵۱
۳۲۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۵۷
۳۳۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۵۹
۳۴۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۶۲
۳۵۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۷۴۔۷۵
۳۶۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۷۸
۳۷۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۹۲۔۹۳
۳۸۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۱۰۴
۳۹۔ سحر انصاری، پروفیسر، تعارفی نوٹ، مشمولہ حاصل از منظر بھوپالی کراچی رنگ ادب پبلی کیشنز، ۲۰۱۶ء، ص ۱۲۵۔۱۳۰
۴۰۔ منظر بھوپالی، معجزہ اور حاصل، کراچی، رنگِ ادب پبلی کیشنز، جنوری ۲۰۱۶ء، ص ۱۷۱